Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 02، دسمبر-2024

اقبال، ڈکنس . اور خواجہ حسن نظامی۔ علمی اور فکری اختلاف کے دوراہے پر

Iqbal, Dickinson, and Khwaja Hasan Nizami: At the Crossroads of Scholarly and Intellectual Differences.

ڈاکٹر شاہدہ یوسف

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد کیمپس

محمد فاروق بیگ

لیکچرار، شعبہ اردو، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد کیمپس

Dr. Shahida Yousuf

Associate Professor, Department of Urdu, Riphah International University, Faisalabad Campus

Mohammad Farooq Baig

Lecturer, Department of Urdu, Riphah International University, Faisalabad Campus

eISSN: 2789-6331

pISSN: 2789-4169

Copyright: © 2024 by the authors. This is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: The grandeur of Mathnawi "Assrare-Khudi, with its uniquely inspiring thought content, sent shock waves to some academic and religious circles. As Iqbal has pointed out, there is a glaring difference and conflict between the religious conscience of Islam and the prevalent mystical tradition of wahdat ul wojood (Unity of Existence) under the influence of Ibne Arabi and Hafiz Shirazi. The people who were staunchly following the above-mentioned mystical tradition opened up a front against Iqbal with a malicious war of words. This front was opened up by some religious stalwarts and orientalists; amongst them were Khaja Hassan Nizami and Dickenson. In this article, Iqbal's logical defence of his poetic manifesto in the form of his epigramatic Mathnawi "Assrar e Khudi has been brought into light. Miscomprehension of Iqbal's terms, symbols, and meanings led to the objections raised by some stalwarts; Iqbal answered these objections with scholarly wisdom.

Key words: Mysticism, Wahdatul Wajood, Secrets of self, Khaja Hassan Nizami, Dickenson.

Research Journal
Tahqeed
تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 02، دسمبر-2024

برصغیر پاک و ہند کی تہذیبی بساط پر وحدت الوجودیت تصوف، رہبانیت، تپسیا اور برہمنیت کے منفی عقائد کے مہلک اختلاط Fatal Combination، کو تصوف، اور معرفت کا نام دیا جا رہا تھا۔ صورت حال کی اس سنگینی میں یونانی فلسفہ کے اسلامی فکر کے ساتھ اختلاط نے اور اضافہ کیا۔ علوم عقلیہ کے مباحث اور وجدانی عقیدوں کی پیکار، توحید اور وحدت الوجود کے مباحث کا ایسا خلط مبحث پیدا کیا گیا جو اپنی نوعیت میں ناقابل تفہیم و ناقابل تشریح تھا۔ معتزلہ اور اشاعرہ الہیاتی مباحث اور عقلی تفکر کے اکھاڑوں میں تبدیل ہو گئے۔ منفی قسم کے تصوف اور خانقاہی اداروں کے فروغ نے زندگی کو مزید بے جہت و بے زمام کر دیا۔

فکری اور اعتقادی زوال کے اس دور اہے پر اقبال نے فرسودہ یونانی فلسفہ کے دلدادگان، متعصب اور تنگ نظر مستشرقین اور وجودی تصوف کے حامی صوفیوں اور قوت عمل سے محروم سجادہ نشینوں کی محفل کو اپنے شہرہء آفاق فلسفے سے درہم برہم کر دیا۔

دین و دنیا اور عقل و نظر کے اس انحطاط اور تہذیبی اور عقلی زوال یافتگی کے اس مرحلے پر اقبال کی مثنوی اسرار خودی، ایک انقلابی فلسفے کی حامل تھی۔ اقبال اسکے دیباچے میں انحطاطی و انفعالی کیفیات کے خلاف فکری جہاد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> "مغربی ایشیا میں اسلامی تحریک بھی ایک نہایت زبردست پیغام عمل تھی۔ گو اس تحریک کے نزدیک انا ایک مخلوق ہستی ہے۔ جو عمل سے لازوال ہو سکتی ہے۔ مگر مسئلہ انا کی تحقیق و تدقیق میں مسلمانوں اور ہندوؤں کی ذہنی تاریخ میں ایک عجیب و غریب مماثلت ہے۔ اور وہ یہ کہ جس نقطۂ خیال سے سری شنکر نے گیتا کی تفسیر کی اسی نقطۂ خیال سے شیخ محی الدین ابن عربی اندلسی نے قرآن شریف کی تفسیر کی جس نے مسلمانوں کے دل و دماغ پر نہایت گہرا اثر ڈالا۔[1]

توضیح و انشراح کی اس جہت سے مسئلہ وحدت الوجود اسلامی تخیلات اور اسلامی فکر کے اجزائے ترکیبی میں ایک مستقل عنصر کی حیثیت سے شامل ہو گیا۔ جسکی بدولت اسلامی اقوام ذوق عمل سے محروم ہو گئیں۔ اگرچہ فلسفۂ مغرب میں وحدت الوجودیت کے عناصر ایک جدید رجحان کے طور پر شامل ہو گئے۔ لیکن اہل مغرب کی عمل پسند طبائع پر یہ رنگ تادیر نہ رہ سکا۔ اقبال اس فلسفے کی مدد سے طبائع کے تجزیاتی شعور کے ساتھ جدوجہد اور عمل کو ایک اساسی اور بنیادی قدر کے طور پر رائج کرنا چاہتے ہیں۔

اقبال کے اس انقلابی فلسفے کو یورپ اور امریکہ کے علمی و ادبی حلقوں میں متعارف کروانے کا اعزاز مشہور متشرق پروفیسر اے آر نکلسن[2] کے حصّے میں آیا۔ جو کیمبرج کے مشہور مستشرق تھے انہوں نے اسرار خودی کا ترجمہ انگریزی میں کیا جو لندن سے 1920 میں شائع ہوا۔

اقبال نے "اسرار خودی" کے فلسفے میں حرکت، تفسیر اور توانائی کو زندگی کے حیاتیاتی اجزا اور جوہر قرار دیا ہے۔ مثنوی میں ہر نوع کی طاقت و جبروت کے عملی مظاہروں سے اقبال کی رغبت کو اُنکی طبیعت کی جارحیت پسندی قرار دیا گیا۔ اسرار خودی، کی غلط تاویلات و توضیحات سے " شد پریشاں خواب من از کثرتِ تعبیرھا، کی صورت حال پیدا کر دی گئی۔ امریکی نقاد و شاعر ہربرٹ ریڈ نے جہاں ان مثنویات کو جی بھر کر

Research Journal
Tahqeed
تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر05، شمارہ نمبر02، دسمبر-2024

سراہا۔ وہاں مشہور مستشرق ڈکسن نے "اسرار خودی" کے بہت سے فکری اجزا پر اعتراضات بھی وارد کئے۔ جو انگلستان میں چھپنے والے ایک انگریزی رسالہ "دی ایتھینیم" میں شائع ہوئے۔

ان اعتراضات والزامات کی تردید وضاحت میں اقبال نے ایک طویل مراسلہ ڈاکٹر نکلسن کے نام لکھا جو فلسفہ "سخت کوشی" کے اہم امور کی وضاحت وصراحت پر مشتمل ہے۔ اور "اقبال نامہ" مجموعہ مکاتیب اقبال کے حصہ اوّل کے آخر میں ایک طویل ترین خط کی حیثیت سے شامل ہے جو کم وبیش اٹھارہ صفحات پر محیط ہے۔

یہ مثنوی "اسرار خودی" کے مباحث پر ڈکسن کے اعتراضات کا جواب ہے۔ مثنوی "اسرار خودی" کے بعض حصوں کی مغرب کے علمی وفکر حلقوں میں Miscomprehension پر اقبال اپنے مؤقف کی وضاحت میں لکھتے ہیں۔

> "بعض انگریز تنقید نگاروں نے اس سطحی تشابہ اور تماثل سے جو میرے اور نیٹشے کے خیالات میں پایا جاتا ہے۔ دھوکا کھایا ہے اور غلط راہ پر پڑ گئے ہیں۔۔۔ اُس نے اپنے مضمون میں میری جن نظموں کا ذکر کیا ہے۔ اگر اُسے اُنکی صحیح تاریخ اشاعت کا بھی علم ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میری ادبی سرگرمیوں کے نشوو ارتقا کے متعلق اُسکا زاویہ ٔ نگاہ بالکل مختلف نظر آتا۔
>
> میں نے آج سے تقریباً بیس سال قبل انسان کامل کے متصوفانہ عقیدے پر قلم اُٹھایا تھا اور یہ وہ زمانہ ہے جب نہ تو نیٹشے کے عقاید کا غلغلہ میرے کانوں تک پہنچا تھا نہ اُسکی کتابیں میری نظروں سے گذری تھیں۔ ۲

اقبال نے انسان کامل پر اپنے متصوفانہ عقیدے کے اظہار کے لئے جو مضمون لکھا تھا وہ "انڈین انٹی کیوری" میں بھی شائع ہوا تھا۔ اور بعد ازاں اقبال نے اُسے اپنے پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالہ "ایران میں مابعد الطبیعات کا ارتقاء" میں بھی شامل کیا تھا۔ اس مقالے کے مذکورہ حصے میں انسان کامل کی روحانی تادیب کا ذکر ہے جو مثنوی "اسرار خودی" میں زیادہ ترقی یافتہ Strategical Phases کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ اور جسکے مراحل میں اطاعت، ضبط نفس اور نیابت الٰہی یہ حکمت عملی یا Strategy صدھا سال سے آزادہ روی اور فارغ البالی میں مبتلا اُمت مسلمہ کو آئین وضوابط اور ریاضت ومشقت کا عادی بنانے کا پروگرام ہے۔

ڈکسن نے اقبال اور نیٹشے کے افکار کے اس سطحی تشابہ اور تماثل کو محققانہ جستجو اور زمانی سیاق وسباق کے شعور کے بغیر پرکھنے کی کوشش کی ہے۔

اقبال کے اپنے نقطۂ نظر کے مطابق اُنکے افکار میں تطابق وتماثل کے کچھ زاویے دریافت کرنا اگر ضروری ہیں تو پھر انگریزوں کو اپنے ہی ایک ہم وطن فلسفی کے گلاسگو والے خطبات میں "خدا اور الوہیت" کے تحت لکھے گئے باب سے رجوع کرنا چاہیے اس فلسفی کا نام الگزنڈر ہے۔ لیکن الگزنڈر کے عقاید اقبال کی نسبت زیادہ جسارت آمیز ہیں۔ کیونکہ ان میں انسان کامل کی بجائے خدا بننے کی تمنا کی گئی ہے۔

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 02، دسمبر-2024

یوں بھی مشرق و مغرب کے نظام فکریات میں یہ کوئی ایسا تصور نہیں۔ جسے نٹشے سے مخصوص قرار دیا جاسکے۔ یہ تصور اسلام کی کتاب الحکمت کے علاوہ قدیم مسلمان مفکرین شیخ محی الدین ابن عربی، عبد الکریم جیلی، مولانا جلال الدین رومی اور شیخ محمود شبستری کے یہاں بھی ملتا ہے۔

لہذا ڈکنسن کی یہ خیال آرائی کہ اقبال کا تصورّ انسان کامل نٹشے کے تصوّر فوق البشر سے ماخوذ ہے ایک ناقدانہ بے ضابطگی ہے۔

نٹشے کا فوق البشر اخلاقی پابندیوں سے آزاد نیکی اور عدل کی بجائے قوت کا قائل اور بزور شمشیر غلبہ و اقتدار کا متمنی ہے۔ جو ضمیر، گناہ، موت، دوزخ رحم اور عدل جیسے جذبات کو انسانی کمزوری پر محمول کرتا ہے صرف یہی نہیں بلکہ وہ خدا کے وجود کا بھی منکر ہے۔

"نیکی اور عدل کو تباہ کر دو۔ میری خاطر تباہ کر دو"۴

برٹرینڈ رسل اپنی کتاب "ہسٹری آف ویسٹرن فلاسفی" میں لکھتے ہیں۔) یہ بات انہوں نے نٹشے کے فوق البشرء کی وضاحت میں کہی ہے(۔

> "The Noble man will be capable of cruelty and on occasion, what is vulgarly regarded as crime, He will recognize duties only to equals". ۵

نٹشے کے غیر اخلاقی تصورات "فوق البشر" کا اقبال کے انسان کامل سے تماثل و تشابہ دریافت کرنا ڈکنسن کے "اختراعی" ذہن کا کارنامہ ہی ہو سکتا جبکہ جدید دور کی مشہور مستشرق ڈاکٹر این میری شمل کو بھی اعتراف ہے کہ:

> "یہ بات تسلیم کرنے کے قابل ہے کہ اقبال مردِ مومن کے تصورّ پر اُس وقت بھی غور و فکر کرتے رہے جب نٹشے کے افکار سے وہ آگاہ نہ تھے۔"۶

ڈکنسن نے مثنوی "اسرار خودی" کے کچھ دیگر فکری مباحث پر بھی اعتراضات کئے ہیں۔ اور اقبال نے اپنے مذکورہ طویل مکتوب میں علی الترتیب ان اعتراضات کے جواب میں اپنے مؤقف کی وضاحت کی ہے۔ لکھتے ہیں،

> "مسٹر ڈکنسن کے نزدیک میں نے اپنی نظموں میں جسمانی قوت کو منتہائے مآل قرار دیا ہے۔۔۔۔
> انہیں اس بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں روحانی قوت کا تو قائل ہوں لیکن جسمانی قوت پر یقین نہیں رکھتا۔ جب ایک قوم کو حق و صداقت کی حمایت میں دعوت پیکار دی جائے تو میرے عقیدے کی رُو سے اس دعوت پر لبیک کہا اُس کا فرض ہے۔ لیکن میں اُن تمام جنگوں کو مُردود سمجھتا ہوں جن کا مقصد محض کشور کشائی اور ملک گیری ہو مسٹر ڈکنسن نے صحیح فرمایا کہ جنگ خواہ حق و صداقت کی حمایت میں ہو خواہ ملک گیری اور فتح مندی کی خاطر تباہی اور بربادی اُسکا لازمی نتیجہ ہے اس لئے اُسکے استیصال کی سعی کرنا چاہیے"۷

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 02، دسمبر-2024

اقبال نے اپنے مؤقف کی حمایت وضاحت میں عالمی سماجی ڈھانچے میں جنگ کو کُلی طور پر ختم کرنے میں لیگوں، پنچایتوں اور کانفرنسوں کی ناکامی کا ذکر کیا ہے۔ ہمارے معاشرتی مسائل کی پیچیدگیاں اور باہمی تنازعات وتضادات کی کچھ جہتیں ایسی ہیں جن کے سلجھانے کے لئے جنگ ایک Necessary Evil ہے۔

ہمیں پیغمبروں اور مسیحاصفت لوگوں کے ساتھ ساتھ ضمیر کو متشدد اور سخت گیر بنانے والے لوگوں کی بھی ضرورت ہے۔ اقبال نے اپنے مؤقف کی وضاحت میں پروفیسر میکنزی کی کتاب "انٹروڈکشن ٹو سوشیالوجی" سے "دو آخری پیراگراف بھی نقل کیے ہیں۔ اُسکا اولین اقتباس ملاحظہ ہو:

> "کامل انسانوں کے بغیر سوسائٹی معراج کمال پر نہیں پہنچ سکتی اور اس غرض کے لئے محض عرفان اور حقیقت آگاہی کافی نہیں بلکہ ہیجان اور تحریک کی قوت بھی ضروری ہے۔[۸]

اقبال نے پروفیسر ڈکسن . اور مغرب کے دیگر علمی زعما کو ان حقیقت پسندانہ افکار کی روشنی میں اقبال کی مثنوی، اسرار خودی، کے مباحث کا مطالعہ کرنے کی دعوت دی ہے۔ اس لئے کہ تاریخ کی تخلیقی رو کو موڑنے کے لئے بسااوقات قوت وجبروت اور محاربت ومبارزت کی ضرورت ہوتی ہے۔

نزاعات واختلاف کی اس دنیا میں اقوام کے مابین تہذیبی، سماجی اور نظریاتی سطح پر دائمی امن قائم کرنا اور جنگ کے وجود کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنا ناممکن ہے۔ فرانس کے مشہور فلاسفر برگسان جنہیں اقبال کا ہم عصر ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے زندگی کو قوت واستیلا اور شکوہ وجبروت کا حامل سمجھتے ہیں کہتے ہیں۔

> "Life is one great force, one vast vital impulse, given once for all from the beginning of the world, meeting the resistance of matter, struggling to break a way through matter" [۹]

اقبال تسخیر وارتقا میں برگسان سے بھی زیادہ قوت وجبرت اور تحرک واستیلا کے دلدادہ ہیں۔ اور حیات کے بقا کے لئے اسے ایک لازمہ قرار دیتے ہیں۔

زندگانی قوت پیدا ستے ؎ اصل او راز ذوق اسیلا ستے [۱۰]

اقبال نے ڈکسن . کے وارد کردہ ایک اور اعتراض کے جواب میں اپنے مؤقف کی وضاحت اسطرح کی ہے۔

> "مسٹر ڈکسن . نے آگے چل کر میرے فلسفۂ سخت کوشی کا ذکر کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔
> دراصل بقائے شخصی اور زندگی کے علاوہ ارتقا کے لئے تصادم نہایت ضروری ہے۔۔۔۔ میرے نزدیک بقا انسان کی بلند ترین آرزو اور ایسی متاع گراں مایہ ہے جسکے حصول پر انسان اپنی تمام قوتیں مرکوز کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں عمل کی صور و اشکال مختلفہ کو جن میں تصادم و پیکار بھی شامل

Research Journal
Tahqeed
تحقیقی مجلہ
تحقید

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 02، دسمبر-2024

ہے۔ضروری سمجھتا ہوں میں تصادم کو سیاسی حیثیت سے نہیں بلکہ اخلاقی حیثیت سے ضروری سمجھتا ہوں۔ ۱۱

یوں بھی اقبال کا فلسفۂ سخت کوشی کائنات کے قانون ارتقا کے تابع ہے۔وہ قوت وطاقت اور سخت کوشی سے پیکار حیات میں ایک فعال عنصر کی طرح زندہ رہنے کی تلقینات پر مبنی ہے۔

"فرانس کا ایک مشہور ادیب اومان دی کانکور-De Concourt Ed manddor جس کا انتقال گذشتہ صدی کے آخر میں ہوا۔ ایک جگہ لکھتا ہے "ہر چار پانچ برس بعد دنیا کو از سر نو زندہ کرنے کے لئے بربریت کی ضرورت ہوتی ہے۔ورنہ دنیا تہذیب کے ہاتھوں فنا ہو جائے۔

کانکور کا مطلب جو کچھ بھی ہو لیکن وہ بے ساختہ ایک تاریخی حقیقت کا اظہار کر گیا ہے؟ ۱۲

قوت و جبرت اور سخت کوشی آبرومندانہ انداز میں زندہ رہنے کے لئے ایک تاریخی صداقت کی حیثیت رکھتے ہیں اور اقبال نے بھی ایک تاریخی سچائی کو اپنی مثنوی "اسرار خودی" میں بیان کیا ہے۔

ڈکسن کے "دی ایتھینیم" اور لندن کے "لٹریری سپلیمنٹ" میں چھپنے والے اعتراضات کے سلسلے کا آخری اعتراض فلسفۂ خودی کے اطلاق کی محدودیت کے بارے میں ہے اقبال اس ضمن میں اپنے مؤقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مسٹر ڈکسن نے آگے چل کر میرے فلسفے کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے اعتبار سے عالمگیر ہے لیکن باعتبار اطلاق و انطباق مخصوص و محدود ایک حیثیت سے اُنکا ارشاد صحیح ہے۔ انسانیت کا نصب العین شعر اور فلسفہ میں عالمگیر حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔لیکن اگر اُسے مؤثر نصب العین بنانا اور عملی زندگی میں بروئے کار لانا چاہیں تو آپ شاعروں اور فلسفیوں کو اپنا اولین مخاطب نہیں ٹھہرائیں گے۔اور ایک ایسی مخصوص سوسائٹی تک اپنا دائرہ مخاطبت محدود کر دیں گے جو ایک مستقل عقیدہ اور معین راہ عمل رکھتی ہو۔لیکن اپنے عملی نمونے اور ترغیب و تبلیغ سے ہمیشہ اپنا دائرہ وسیع کرتی چلی جائے۔میرے نزدیک اس قسم کی سوسائٹی اسلام ہے۔ ۱۳

اقبال اس ہمہ گیر فلسفے کی ابتدا ایک ایسی سوسائٹی سے کرنا چاہتے تھے جو پوری انسانیت کے لئے ایک مثالی قابل تقلید نمونے Model Nation کی حیثیت سے کام کر سکے۔ بالکل اسی طرح جیسے زرعی تحقیقاتی اداروں میں مختلف بیجوں کے اختلاط کے تجربے کا آغاز لیبارٹریوں سے ضرور ہوتا ہے لیکن اُس تجربے کی کامیابی سے حاصل ہونے والے نتائج کو لیبارٹریوں تک محدود نہیں رکھا جاتا۔

بلکہ اُسے پورے عالم انسانیت کی فلاح بقا میں استعمال کیا جاتا ہے یا سائنسی لیبارٹریوں میں تجربے کی ابتدا Gunea Pigs سے ضرور ہوتی ہے لیکن اسکے استخراج نتائج کے فوائد سے پوری انسانیت بہرہ مند ہوتی ہے۔

Research Journal
Tahqeed
تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر05، شمارہ نمبر02، دسمبر-2024

ڈکسن . کی متعصبانہ ذہنیت نے انھیں اقبال کی فکر کے بالکلیہ احصاء سے محروم رکھا۔ اور وہ اُن صدھا سال کے پرانے عقاید ingrained assumptions سے اپنے آپکو آزاد نہ کر سکے جو اہل یورپ نے اسلام کی مفروضہ سفاکی اور خونریزی کے بارے میں قائم کر رکھی ہیں۔

مستشرقین کے محولہ اعتراضات سے قطع نظر اقبال کو ملکی سطح پر بھی "اسرار خودی" کے کچھ فکری مباحث کی وجہ سے سجادہ نشینوں اور وجودی صوفیوں کی جانب سے اعتراضات کا سامنا تھا۔ ڈاکٹر جاوید اقبال اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> مثنوی "اسرار خودی" کی اشاعت پر وجودی تصوف کے حامی صوفیوں روایتی سجادہ نشینوں، عہد تنزل کی شاعری کے دلدادوں اور فرسودہ یونانی فلسفۂ اشراق کے پیروکاروں کی اقبال اور اُسکے حامیوں کے ساتھ جو قلمی جنگ ہوئی وہ 1915ء کے اواخر سے لیکر 1918ء یعنی تقریباً ڈھائی تین برس تک جاری رہی۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ ان سالوں میں بیسیوں مضامین مختلف اخباروں اور رسالوں میں مثنوی "اسرار خودی" کی تعریف یا مخالفت میں وجودی تصوف کے حق میں یا خلاف اور حافظ کی حمایت یا اُنکے نظریہ حیات کی تردید میں شائع ہوئے۔ مشائخ میں اقبال کی مخالفت میں خواجہ حسن نظامی اور اُنکے مرید سب سے آگے تھے۔ [۱۴]

مثنوی "اسرار خودی" کے دیباچے میں خواجہ حافظ کے بارے میں کچھ اختلافی مسائل زیر آئے اور مثنوی کے ایک خاص حصے میں اُنکے افکار و فلسفہ کو براہ راست زہر اجل سے مایہ دار قرار دیا گیا۔

> "خواجہ حافظ جادو بیان شاعر ہونے کے ساتھ چونکہ بعض خوش عقیدہ گروہوں میں ایک مقدس صوفی بھی تسلیم کئے جاتے تھے۔ اس لئے ان حلقوں میں بہت شورش برپا ہوئی۔ [۱۵]

غرضیکہ خواجہ حسن نظامی کی سرپرستی میں روایتی تصوف کے پرستاروں نے اقبال کے لئے ادبی، فکری اور صحافتی سطح پر فضا کو بہت متحارب Confrontational بنا دیا تھا۔

بیزار فضا درپئے آزاد فضا ہے
یوں ہے کہ ہر اک ہمدم دیرینہ خفا ہے
اڈی ہے ہر اک سمت سے الزام کی برسات
چھائی ہوئی ہر دانگ ملامت کی گھٹا ہے
وہ چیز بھری ہے کہ سلگتی ہے صراحی
ہر کاسئہ مے زہر ہلاہل سے سوا ہے
ہاں جام اُٹھاؤ کہ بیاد لب شیریں
یہ زہر تو یاروں نے کئی بار پیا ہے۔ [۱۶]

Research Journal
Tahqeed
تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 02، دسمبر-2024

سب سے پہلے خواجہ حسن نظامی کی جانب سے مثنوی کے مذکورہ حصّوں پر بالواسطہ اعتراضات کا سلسلہ شروع ہوا۔

اُنکے ایما پر اُنکے ایک مرید ذوقی شاہ نے 30 نومبر 1951 کے رسالہ خطیب میں تصوف کی حمایت میں اور اقبال کی مخالفت میں مضمون شائع کروایا۔ اور یہ باور کروانے کی کوشش کی کہ تصوف کی مخالفت دراصل اسلام کی مخالفت ہے۔ اور مثنوی نظام عالم کی تسخیر کی دعوت دراصل لوگوں کو حُب دنیا میں مبتلا کرنا ہے جبکہ اہل تصوف کا مقصود صرف خدا کی ذات ہے۔ اور حافظ کی شان میں اقبال کی "گستاخیوں" کو انھوں نے نعوذ باللہ خدا کے ساتھ گستاخی قرار دیا۔ اس لئے کہ اُنکے نزدیک اللہ کے برگزید اور مقبول بندوں کے ساتھ معاملہ گویا خود اللہ کے ساتھ معاملہ ہے۔

خواجہ حسن نظامی چونکہ آل انڈیا صوفی کانفرنس کے سیکرٹری تھے۔ اس لئے اقبال کے حامی حلقوں کے خیال کے مطابق یہ سب کچھ خواجہ حسن نظامی کے ایما پر ہو رہا تھا۔ اقبال کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ چونکہ عوام حافظ کے کلام کی غلط تاویلات کرتے ہیں اور منفی قسم کی تقدیر پرستی اور بے عملی اپناتے ہیں۔ جسکے سبب اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے زمانہ حکومت میں کلام حافظ کا مطالعہ ممنوع قرار دیا تھا۔

خواجہ حسن نظامی نے اپنے ایک مضمون "کشاف خودی" جو 9 دسمبر 1951ء کے وکیل" میں شائع ہوا میں لکھا۔

> "حافظ شیرازی۔۔۔ کی کیسی آبروریزی کی ہے۔ کیسے کریہہ الفاظ سے اُنکو یاد کیا ہے۔ اگر وہ سچے ہیں کہ حافظ کے کلام نے مسلمانوں کو کم ہمت بنایا ہے تو میں پوچھوں گا تو آنحضرت ﷺ نے جو دنیائے مردار کی مذمت کی تھی اُس سے مسلمانوں کی ہمت نہ ٹوٹی۔ حضور ﷺ اور سب صحابہ دین کو مقدم اور دنیا کو مؤخر کہتے تھے۔ انہوں نے کیسی کیسی فتوحات کیں "اسرار خودی" دنیا کو مقدم کر کے کیا دکھا سکے گی۔" ۱۷

خواجہ حسن نظامی نے حافظ کی عقیدت میں مغلوب الجذبات ہو کر مشائخ اور علمائے وقت کو کچھ سوال مرتب کر کے بھیجے جنکے جوابات مثنوی کو پڑھکر لکھے گئے تھے اور پھر ان جوابات کی اپنے رسائل کی وساطت سے بہت تشہیر کی سوالات کی نوعیت مثنوی کے مضامین سے خاصی متصادم تھی مثنوی کی مخالفت میں خواجہ حسن نظامی کا دوسرا مضمون "خطیب" کی 30 جنوری 1916ء کی اشاعت میں چھپا اُسکا عنوان "سر اسرار خودی"۔ جس میں مثنوی کے اصول و نظریات پر بحث کر کے پانچ وجوہ کی بنا پر اُسے نامعقول قرار دیا گیا تھا۔ وہ پانچ وجوہات یہ تھیں۔ "اوّل یہ کہ مثنوی میں اقبال نے خودی کی حفاظت کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا ہے وہ کوئی نرالی بات نہیں بلکہ قرآن مجید کی تعلیم سے بہت کم ہے۔ اس لئے بمقابلہ قرآن خواجہ حسن نظامی کو مثنوی کی ضرورت نہیں۔

دوم یہ کہ دیباچہ میں مسئلہ وحدت الوجود اور صوفیہ کو معتوب قرار دیا گیا ہے کہ انہی کے سبب مسلمانوں میں ترک خودی کا جذبہ پیدا ہوا۔۔ سوم یہ کہ اقبال نے دیباچہ میں مسلمانوں کو یورپی فلسفیوں کی پیروی کرتے ہوئے اپنے عقاید بدل دینے کا مشورہ دیا ہے چہارم یہ کہ مثنوی گو خودداری کی تعلیم دیتی ہے لیکن اس کے ساتھ مغربی خود غرضی کو اپنانے کی تلقین بھی کرتی ہے جو اسلام کے سراسر خلاف ہے۔ پنجم یہ کہ مثنوی نے اُنکی خودی کی توہین کی ہے۔ ۱۸

غرضیکہ

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 02، دسمبر-2024

واجب القتل اُس نے ٹھہرایا ے
آیتوں سے روایتوں سے مجھے (ذوق)

اقبال اپنے نقطۂ نظر کی مدافعت میں مکاتیب و مقالات اور بیانات میں اپنامافی الضمیر بیان کرتے رہے۔ اس سلسلے میں اُنکا پہلا مضمون "اسرار خودی اور تصوف" جو "وکیل" کی 15 جنوری 1916 کی اشاعت میں شائع ہوا۔ جس میں انہوں "اسرار خودی" میں غیر اسلامی تصوف پر اپنے افکار کو تصوف کی خیر خواہی قرار دیا اور تحریک تصوف کی مفصل تاریخ لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا اور بتایا:

"میرا مقصد یہ دکھانا ہو گا کہ اس تحریک میں غیر اسلامی عناصر کون کون سے ہیں اور اسلامی عناصر کون کون سے ہیں۔ اس وقت صرف اس قدر عرض کر دینا کافی ہو گا کہ یہ تحریک غیر اسلامی عناصر سے خالی نہیں ہے اور میں اگر مخالف ہوں تو صرف ایک گروہ کا جس نے محمد عربی ﷺ کے نام پر بیعت لے کر دانستہ یا نادانستہ ایسے مسائل کی تعلیم دی ہے جو مذہب اسلام سے تعلق نہیں رکھتے۔ ۱۹

اقبال نے اس مضمون میں مسئلہ وحدت الوجود کو ایک Misleading factor قرار دیا۔ کیونکہ اُنکے نزدیک خدا نظام عالم میں جاری و ساری نہیں بلکہ نظام عالم کا خالق ہے۔ اس مضمون میں ں انہوں نے خواجہ حسن نظامی کی جانب سے اپنی ذات اور فلسفے پر وارد ہونے والے سب سے بڑے اعتراض یعنی "مثنوی کی تنقید حافظ "کا جواز اور اپنا مؤقف سمجھایا۔ وہ حافظ اپنے اشعار کے ذریعے لوگوں میں حالت سُکر پیدا کرتے ہیں جو اسلامی تعلیمات کا یقینا منشا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ یہ حالت زندگی کی اغراض کے منافی ہے۔ اس مضمون میں آگے چل کر لکھتے ہیں:

"جو حالت خواجہ حافظ اپنے پڑھنے والے کے دل میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ وہ حالت افراد و اقوام کے لئے جو اس زمان و مکان کی دنیا میں رہتے ہیں۔ نہایت ہی خطرناک ہے۔ حافظ کی دعوت موت کی طرف ہے جسکو وہ اپنے کمال فن سے شیریں کر دیتے ہیں۔ ۲۰

اس کے بعد اقبال نے "سر اسرار خودی" کے عنوان سے اپنا دوسرا مضمون خواجہ حسن نظامی کے عاید کردہ اعتراضات کے جواب میں لکھا:

"جس طرح خواجہ حسن نظامی نے اپنے مضمون میں اسلام کی تعبیر کی ہے اسطرح تو اسلام اور رہبانیت میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ جو کچھ میں کہتا ہوں وہ فلسفہ حصہ اسلامیہ ہے نہ کہ فلسفۂ مغربی، خواجہ حسن نظامی کو معلوم نہیں کہ یورپ کا علمی مذہب وحدت الوجود ہے جسکے خواجہ حسن نظامی حامی ہیں۔ لیکن اقبال تو اس مذہب سے جو اُنکے نزدیک زندیقیت ہے تائب ہو کر خدا کے فضل و کرم سے مسلمان ہو چکا ہے۔ ۲۱

اس مضمون میں اقبال نے خواجہ حافظ سے متعلق اشعار کو خواجہ حسن نظامی نے جو غلط معانی دیئے، اُنکی نشاندہی بھی کی اور اُن پانچ وجوہات کا بھی مدلل جواب دیا۔ جنکی بنا پر خواجہ حسن نظامی نے اقبال کی مثنوی کو نامعقول اور لغو ٹھہرایا تھا۔ مثنوی کو لغو ٹھہرانے کی وجوہات چونکہ خود خاصی نامعقول تھیں اس لئے اقبال کو استدلال میں کوئی وقت نہیں اُٹھانی پڑی۔

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 02، دسمبر-2024

اقبال نے مہاراجہ کشن پرشاد کو اپنے 1916 کے تحریر کردہ خط میں لکھا۔

"خواجہ حسن نظامی نے تنقید حافظ کی وجہ سے اس مثنوی کو مخالف تصوف سمجھا اور اسی مفروضے پر اُنکے مضامین کا دارومدار ہے جن میں مجھے اُنہوں نے دشمن تصوف کہہ کر بدنام کیا ہے۔ اُنکو تصوف کے لٹریچر سے واقفیت نہیں اور جس تصوف پر وہ قائم ہیں اسکا میں مخالف نہیں ہاں اسکے بعض مسائل کو صحیح تسلیم نہیں کرتا۔ ۲۲

انہوں نے اکبر الہ آبادی کے نام اپنے 4 فروری 1916 کے تحریر کردہ خط میں خواجہ حسن نظامی کے اعتراضات کے جواب میں اپنے مؤقف کی وضاحت اس طرح کی:

"چونکہ خواجہ حسن نظامی نے عام طور پر اخباروں میں میری نسبت یہ مشہور کر دیا ہے کہ میں صوفیائے کرام سے بد ظن ہوں۔ اس واسطے مجھے اپنی پوزیشن صاف اور واضح کرنی ضروری ہے۔۔۔ اُنکا خیال ہے میں تحریک تصوف کو مٹادینا چاہتا ہوں۔

مثنوی پر اعتراضات کے سلسلہ میں اپنے مافی الضمیر کو واضح کرنے کے لئے اقبال نے تیسرا مضمون "علم ظاہر و باطن" جو "وکیل" کی 28 جون 1916 کی اشاعت میں شائع ہوا۔ جس میں انہوں نے اسلامی تصوف کو شعائر اسلام میں مخلصانہ استقامت پیدا کرنے کا ذریعہ قرار دیا۔ اور بتایا کہ معرفت کو علم پر ترجیح دینا ہر قسم کی رہبانیت کی جڑ ہے۔ علم باطن ایک علیحدہ دستور العمل ہے اور شریعت کو بہر حال اسپر تفوق حاصل ہے۔

اپنے مؤقف کی وضاحت میں انہوں نے مولوی سراج الدین پال، محمد نیاز الدین خان اور کچھ اور احباب کو بھی خطوط لکھے۔ خواجہ حسن نظامی کو بھی مکاتیب و مضامین میں اپنا مؤقف سمجھانے کی کوشش کی۔

متصوفانہ لٹریچر کی روح سے ناواقفیت، اسلامی تصوف سے لاعلمی اور عربی محاورہ اور زبان پر عبور نہ ہونے کے سبب کچھ حلقوں میں اقبال کے افکار کی غلط تاویلات ضرور ہوئیں۔ لیکن اقبال کے مافی الضمیر کی صداقت اور تصوف میں غلط عقاید و تصورات کے خلاف اُنکی فکری جنگ لوگوں کی خوشنودی اور تائید کے حصول سے کہیں اعلیٰ وارفع مقاصد رکھتی تھی۔

حوالہ جات

ا۔ عبدالواحد معینی، سید، مرتب مقالات اقبال، لاہور، آئینہ ادب 1988ء میں 115 دیباچہ مثنوی "اسرار خودی" اشاعت اوّل 1915
۲۔ عطااللہ شیخ، مرتب اقبالنامہ، مجموعہ مکاتیب اقبال، حصہ اوّل لاہور، شیخ محمد اشرف سن ندارد
۳۔ میر حسن الدین، مترجم، "فلسفہء عجم" از علامہ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال کراچی، نفیس اکیڈمی چھٹا ایڈیشن 1984، حقیقت بہ بحیثیت فکر ذیلی عنوان کے تحت

۴۔ واجد رضوی، دانائے راز، لاہور، مقبول اکیڈمی 1967 ص 147

۵۔ Bertrand Russel "History of Western Philosophy" London, Rout ledge 1971 P-733

۶۔ این میری شمل، ڈاکٹر، شہپر جبریل، لاہور، گلوب پبلشرز 1958، ص 153

۷۔ عطااللہ شیخ، مرتب "اقبالنامہ" مذکورہ مکتوب ص 64

۸۔ پروفیسر میکنزی، انٹروڈکشن ٹو سوشیالوجی، بحوالہ "اقبالنامہ" ص 462

۹۔ Bertrand Russell, History of Philosophy, P 757

۱۰۔ محمد اقبال، اسرار و رموز، لاہور، غلام علی پرنٹرز 1995 ص 45

۱۱۔ مجنوں گو، کھیوری، ادب اور زندگی، کراچی، مکتبہ ءدانیال، 1998، ص 211

۱۲۔ اقبالنامہ، ص 467-468

۱۳۔ جاوید اقبال، زندہ رُود، حیات اقبال کا وسطی دور، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز اشاعتِ دوم 1983، ص 87/219

۱۴۔ عبدالسلام ندوی، اقبال کامل، راولپنڈی، کامران پبلی کیشنز ص 28

۱۵۔ فیض احمد فیض، دست تہہ سنگ آمدہ، بحوالہ ماہنامہ اوراق، سالنامہ، دسمبر 1991

۱۶۔ خواجہ حسن نظامی، کشاف خودی، مشمولہ اقبال، وکیل "11 دسمبر 1915ء بحوالہ زندہ اُردو حیات اقبال کا وسطی دور ص 92/224

۱۷۔ خواجہ حسن نظامی "سراسرار خودی، مشمولہ خطیب جنوری ۱۹۱۶، بحوالہ "زندہ اُردو" حیات اقبال کا وسطی دور ص 13/325

۱۸۔ محمد اقبال، سراسرا خودی "مشمولہ، مقالات، اقبال از سید عبدالواحد معینی ص 216-217

۱۹۔ محمد اقبال، اسرار خودی اور تصوف، مشمولہ مقالات اقبال، از سید عبدالواحد معینی ص 201

۲۰۔ ایضاً، ص 207

۲۱۔ محمد عبداللہ قریشی اقبال بنام شاد، لاہور، بزم اقبال 1986ء ص 159

۲۲۔ عطااللہ شیخ، "اقبال نامہ" ص 52